قرآن

اسلامی حاکم کے اخلاق

(حضرت علیؓ کے ایک خط کی روشنی میں)

از:- مولانا خالد کمال صاحب مبارکپوری

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام نے اخلاق کے باب کو بڑی وسعت دی، اس کو جلا بخشا، اس کو درجۂ تکمیل تک پہونچایا۔ اور اسے اسلام اور بعثت نبوی کے مقاصد اولیں میں شمار کیا چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے،

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - یعنی میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اگر آپ غور کریں تو انفرادیت سے لے کر اجتماعیت تک عوام سے لیکر خواص تک اور رعایا سے لیکر عمال و حکام تک۔ جتنے مراحل واقع ہیں، اخلاق کے بہترین نمونوں سے مزین ملیں گے خصوصاً خواص و عمال کا ہر ہر قدم آپ کو اخلاق کی بلند چوٹیوں پر ملے گا، کیونکہ خواص و عمال کی زندگی عوام کیلئے قابل اتباع ہوتی ہے، ان کی زندگی کا پورا عکس عوام کی زندگی پر پڑتا ہے، ان کی اصلاح سے عوام کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور ان کی کجروی سے عوامی زندگی میں فساد پیدا ہوتا ہے، جیسے الناس علی دین ملوکھم، کی روشنی میں آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں ــــــ

یوں تو اسلام کا ہر ہر فرد اپنے لئے بھی ذمہ دار ہے اور دوسروں کی ذمہ داری بھی ایک گونہ اسی کے سر عائد ہوتی ہے لیکن حکام و عمال سراسر عوام کے حق میں مسئول ہیں، ان کی اصلاح و فساد کی خارجی ذمہ داری انہیں کے سر ہوتی ہے چنانچہ اس دریا کو کوزہ میں یوں بند فرمایا گیا ہے۔

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ - اس حدیث کے پیش نظر ایک فرد اپنے بال بچوں اور عورت کا ذمہ دار ہوتا ہے گھر کا بڑا بوڑھا اہل خانہ کا ذمہ دار ہے - خاندان کا سردار پورے خاندان کا ذمہ دار ہے، گاؤں کا سرپنچ پورے گاؤں کا ذمہ دار ہے، اور حکام و عمال اور خواص پوری سلطنت کے مسئول ثابت ہوتے ہیں۔

یہ صرف زبانی خرچ نہیں ہے بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسلام ان ذمہ داروں سے قربانی اور خدمت طلب کرتا ہے اور میدان عمل میں نکل کر عوام کی صحیح رہبری کی درخواست کرتا ہے۔

درحقیقت اسلام انہیں کو سردار اور رہبر بھی مانتا ہے جو قوم، ملک اور دین و مذہب کی خدمت کے لئے قربانی پیش کرتے ہیں اور ان کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دیتے ہیں دیکھئے، سید القوم خادمھم اس کا کتنا عمدہ ترجمان ہے، اس کو سامنے رکھنے کے بعد خدمت، جاں نثاری اور

قربانی کا بے ساختہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور اسلام جن کے سر اس کی ذمہ داری ڈالتا ہے انہیں اس کسوٹی پر پرکھ لیتا ہے اور ان کے جذبۂ خدمت اور وسعت جانثاری کا اندازہ لگا لیتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عوام اونچے طبقے کی پیروی کرتے ہیں اور خود کو اسی رنگ میں رنگنے کی سعی بلیغ کرتے ہیں جن میں ان کے اونچے طبقے رنگے ہوتے ہیں، اگر اونچا طبقہ صراط مستقیم پر گامزن ہے تو عوام بھی غلط راہ پر نہیں پڑتے۔ اور اگر فارغ البال ذمہ دار طبقہ ہی کجروی میں پھنس جاتا ہے تو عوام میں بھی راہ صواب مفقود ہو جاتی ہے، اس لئے اسلام ذمہ دار طبقہ کو ہر حیثیت سے عملی نمونہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، اور ان کو سخت تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے خود بھی صحیح راستہ اختیار کریں اور عوام کو بھی اس راستہ پر چلنے کی ترغیب دیں، یہی وجہ ہے کہ خلفاء اسلام جب کسی عامل یا گورنر کے پاس کوئی خط لکھتے تو اس میں پند و نصیحت اور اخلاقی پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے اور مقصد کو ظاہر کرنے کے بعد ان کے استفادہ کے لئے آخر میں اخلاقی نکات تحریر فرماتے اور عوام میں زیادہ سے زیادہ محبوب ہونے کی راہ بتلاتے اس طرح وہ اپنی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو جاتے اور عمال کو بھی اپنی قیمتی علمی و اخلاقی رائے سے مطلع فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس لکھتے ہیں۔

اما بعد...... میں نے قضاء سے متعلق یہ خط تمہارے پاس لکھا ہے، تم پانچ عادتوں (اخلاق) کو اپناؤ، انشاء اللہ تمہارا دین بھی سالم رہے گا اور تم کو اس کا اجر بھی ملے گا،

(۱) جب تمہارے پاس مدعی مدعیٰ علیہ حاضر ہوں تو عادل گواہ طلب کرو، یا یمین قاطعہ طلب کرو،

(۲) اور ضعیف کو اپنے قریب کر لیا کرو تاکہ اس کو اپنی بات کہنے کی جرأت ہو سکے،

(۳) مسافر سے وعدہ کر لیا کرو کیونکہ اگر اس سے کوئی وعدہ وغیرہ نہ کروگے تو وہ اپنے شہر واپس چلا جائے گا، اور اس کے حق کے ضائع کرنے کی ذمہ داری اسی پر ہوگی جس نے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ نہ کیا۔

(۴) اور فریقین کو اپنے مخصوص میٹھے انداز میں دلاسہ دیا کرو اور غمخواری کی باتیں کرو،

(۵) اگر قضایا کو برسر کار لائے بغیر کام چل جائے تو فریقین کے درمیان صلح کرا دیا کرو،

اس خط میں اکثر وہی باتیں ہیں جو ہر مسلمان جانتا ہے چہ جائیکہ شام کے گورنر حضرت معاویہؓ جیسے مدبر آدمی نہ جانتے ہوں، لیکن اس کا مقصد یہی ہے کہ اخلاقی اعتبار سے وہ اپنے اندر ایسی صلاحیت پیدا کریں کہ ان سے عوام بجائے وحشت زدہ ہونے کے قریب تر ہو جائیں اور ان کو اپنا حاکم تصور کر کے اس کے مشورہ اور فیصلہ کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔

اس طرح حضرت علیؓ نے اسی سلسلہ میں ایک مفصل خط اپنے ایک عامل مالک بن اشتر گورنر مصر کے پاس تحریر فرمایا جو عمال و حکام کے لئے آئینہ حیات ہے، اس کی روشنی میں عمل کرنے کے بعد وہ ایک کامیاب حاکم کی زندگی بسر کر سکتا ہے، اور عوام و خواص میں اپنا ایک مقام پیدا کر سکتا ہے اور ساتھ ہی آخرت میں بھی حظ وافر کا مستحق ہو سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

تمہیں وہی کام پسند ہونا چاہیئے جو حق کے معاملہ میں درمیانی ثابت ہو، اور عدل میں عام ہو، اور رعایا کی رضا کا جامع ہو، اگر عوام خفا ہوں تو خواص کی رضامندی بے سود ہے، اور اگر خواص ناخوش ہوں تو عوام کی رضا کے پیش نظر معاف کر دینا چاہیئے، فارغ البالی کے زمانے میں والی کو پریشان کرنے والے

مصیبت کے وقت والی سے دور رہنے، انصاف کو ناپسند
کرنے والے، سب سے زیادہ حلف اٹھانے والے، بخشش کے
وقت کم شکر ادا کرنے والے، کسی کام سے روکنے کے وقت دیر
میں عذر کرنے والے، اور گردش زمانہ پر صبر نہ کرنے والی ہمیشہ
خواص اور اونچے طبقہ کے لوگ ہوا کرتے ہیں، اور دین کے لئے
ستون کا کام دینے والے، دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونیوالے
اور مسلمانوں کی جمعیت میں ہمیشہ عوام آگے ہوا کرتے ہیں،

لہذا تمہارا خلوص اور میلان ہمیشہ عوام کے ساتھ ہونا چاہئے
لوگوں کا عیب ڈھونڈنے والا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ
بدبخت اور ناپسندیدہ ہونا چاہئے، کیونکہ عوام کے عیوب
چھپانے کا والی کو سب سے زیادہ حق ہے۔

جو عیب تمہاری نظروں کے سامنے نہ ہو اس کے متعلق
تفتیش نہ کرو کیونکہ تم صرف ان عیوب کو ظاہر کرنے کے مکلف
ہو جو تمہیں ظاہر معلوم ہو، غائب عیوب کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ
کرے گا۔

تمہاری مجلس شوریٰ میں کوئی ایسا بخیل نہ آنے پائے
جو تمہاری فضیلت کو معذول کردے اور تم کو مجبور بنا دے
اور نہ کوئی ایسا بزدل ہی داخل ہو جو تم کو معاملات میں بزدل
بنا دے، اور نہ کوئی ایسا حریص قدم رکھنے پائے جو لوٹ کھسوٹ
کا مشورہ دے، کیونکہ بخل، بزدلی، اور لالچ اللہ کے ساتھ بدگمانی
کی وجہ سے ہوتے ہیں،

تمہارا سب سے زیادہ شر پسند وزیر وہ ہے جو تم سے
پہلے شر پسندوں کا وزیر رہا ہو، اور معاصی میں برابر کا ان کا
شریک رہا ہو، ایسوں کو ہرگز اپنے قریب نہ پھٹکنے دو، کیونکہ
وہ جور و ستم کے مرتکب ہیں،

رفاہ عام، مفاد عامہ اور پرانی روایات کے قائم کرنے
میں علماء اور حکماء کو خوب بحث مباحثہ کرنے دو تاکہ ہر ایک
کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے،

خوب سمجھ لو کہ رعایا کے مختلف **طبقے ہیں جو بغیر ایک دوسرے**
کی مدد کے آگے نہیں بڑھ سکتے اور ہر ایک دوسرے سے بالکل
مربوط ہے۔

چنانچہ ایک طبقہ فوجوں کا ہے جسے جنود اللہ کہہ سکتے ہو
ایک طبقہ عوام و خواص کا ہے، ایک طبقہ عدل و انصاف کے
حاکموں کا ہے، ایک طبقہ جزیہ و خراج دینے والے غیر مسلموں
اور مسلمانوں کا ہے، ایک طبقہ تاجروں اور کاریگروں کا ہے
اسی طرح ایک طبقہ ان غریب و مسکین اور نیچے طبقے کے لوگوں کا
ہے جو حاجت مند ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں ہر ایک کا حصہ و حق معین ہے
فوج رعایا کا قلعہ ہے، حاکموں کی زینت ہے، دین کی عزت ہے
اور امن کا راستہ ہے، رعایا اسی کے ذریعہ قائم رہتی ہے، پھر
مجاہدین کی جماعت فوج کا داہنا بازو ہے، جو اللہ کی راہ میں
جہاد کے لئے نکلتی ہے، دشمنوں سے مقابلہ کرتی ہے، اور فوجیوں
کی پشت پناہی کرتی ہے۔

ان دونوں جماعتوں کے لئے قاضی عمال اور کتاب معاون
ہوتے ہیں، جو معاملات فیصل کرتے ہیں اور جن پر خواص و عوام
کو بھروسہ ہوتا ہے۔

یہ سب کے سب تاجروں اور کاریگروں کے بغیر کامیاب
نہیں ہو سکتے جو بازار و اجتماع قائم کرتے ہیں، پھر نچلا طبقہ جو
حاجتمند محتاجوں پر مشتمل ہے جن کی پریشانیاں ظاہر ہیں۔
ان میں سے ہر ایک کی بقدر استطاعت مدد کرنا والی کا فرض
ہے، لہذا تم اپنی فوج کا کمانڈر اس شخص کو مقرر کرو جو تمہارے
نزدیک اللہ، رسول، اور حاکم کی اطاعت کرنے والا ہو، اور
سنجیدہ مزاج ہو، جو غضب و غصہ کو برداشت کرنے پر قادر ہو
اور عذر قبول کرنے والا ہو، اور بزدلی اور کمزوری ۔۔ کی وجہ سے

پیچھے ہٹنے والا نہ ہو، پھر صاحب مروت، صاحب شان و
شوکت اور نیک آدمی کو اس خدمت پر مامور کرو، اس کے بعد بہادر
سخی اور درگذر کرنے والا زیادہ مستحق ہے،

تمہارے لئے لازم ہے کہ ان کی خبرگیری اس طرح کرتے
رہو جیسے کہ ماں باپ بچے کی خبر کرتے رہتے ہیں اور جب ان کو
کسی سے بھی مہربانی کا وعدہ کرو تو اسے حقیر اور معمولی سمجھ کر
ٹال نہ دو بلکہ اسے پورا کرو،

تم ایسے آدمی کو حاکم بناؤ جو تمہاری رعایا میں افضل ہو
ہو، جس سے معاملات میں تنگی نہ پیدا ہو، جو فریقین کو مطمئن کرسکے
اپنی لغزش پر مصر نہ ہو، احقاق حق اور ابطال باطل سے عاجز نہ
ہو، لالچ کے پھندے میں نہ پڑو، اور معاملات کے فیصل میں اپنی
تمام عقل وفہم کو بروئے کار لاؤ، دوکان پر بیٹھنے والے اور پھیری
کرنے والے تاجروں کو اچھی اچھی نصیحتیں کیا کرو کیونکہ یہی منافع
اور اسباب معیشت کو جمع کرنے والے ہیں، اور بر و بحر، جبل و
وادی، کے خطرات سے بالاتر ہو کر ضروریات زندگی کو مہیا
کرنے والے ہیں، تاکہ لوگ ان کو بری نظر سے نہ دیکھیں، یہ لوگ
سراپا صلح وسلامتی ہوا کرتے ہیں، مقابل سے لڑنے جھگڑنے
کا خوف نہیں ہوتا ان کی خبرگیری شہر کے اندر بھی کرو اور اطراف
میں بھی ان کی دیکھ بھال کرتے رہو، ان کے متعلق زیادہ خوش
فہمی میں بھی نہ مبتلا ہونا کیونکہ بعض تاجر تنگی پسند، پست ذہن
معاملات میں خود اپنا حکم چلانے والے اور مال کو ناجائز طور سے
روک کر زیادہ منافع پر بیچنے والے بھی ہوتے ہیں، یہ عوام
کے لئے سراسر نقصان دہ اور حاکم کے لئے عیب ہے، ان کو
مال روکنے سے منع کرو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتکار
سے منع فرمایا ہے۔

بیع وشرا، خرید وفروخت اور لین دین آپس میں راضی
خوشی اور صحیح ناپ تول سے ہونی چاہئے، بھاؤ بھی مناسب
ہونا چاہئے۔

لہذا کوئی تاجر تمہارے منع کرنے کے باوجود مال روکنے کی
جرأت کرے تو اس کو مناسب سزا دو، ان نیچے طبقہ والوں کی
ہروقت خبرگیری کیا کرو جن کے لئے کوئی حیلہ وسیلہ نہیں ہے
جو محتاج، غریب نادار ہیں، کیونکہ اس طبقہ میں اکثر قانع اور
صابر ہوتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے ان کا جو حق مقرر فرمایا ہے اس کی پوری
حفاظت کرو اور ان کے لئے بیت المال سے ایک معتد بہ مقدار
میں وظیفہ معین کردو اور جو لاوارث مرجاتے ہیں ان کے مال
سے بھی ان کا حصہ انہیں دیا کرو، ان کے لئے الگ ایک مجلس
مقرر کردو،

اس میں ایسے لوگوں کے داخلہ کے لئے ہر قسم کی پابندی
اٹھا دو تاکہ وہ کھل کر تم سے بات چیت کرسکیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ کوئی امت اس وقت تک مقدس نہیں شمار کی جاسکتی
جب تک اس کے ضعیف اور کمزور لوگ طاقتوروں سے اپنا حق
بآسانی وصول نہ کرسکیں، پھر تم ان سے ہر قسم کی تنگی کو دور کرنے
کی حتی الامکان کوشش کرو، اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی
رحمت سے سرفراز فرمائے گا۔

آج کا کام کل پر مت چھوڑو، ورنہ کل کے کام میں تنگی پیدا
ہوجائے گی۔

جب تم نماز پڑھاؤ تو نہ دیر لگاؤ اور نہ جلدی کرو۔ کیونکہ
جماعت میں بیمار اور حاجتمند ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

جب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر
بھیجنے کا ارادہ کیا تو میں نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ میں
کیسے ان کو نماز پڑھاؤں گا، آپؐ نے فرمایا، جماعت میں سب سے
زیادہ ضعیف آدمی کی طرح نماز پڑھاؤ اور مسلمانوں کیلئے رحمت